عدم توازن

پاکستان کا معاشرہ‘ حکومت‘ ریاستی ادارے اور خواص عدم توازن کا شکار ہو چکے ہیں۔ سول سروس کے پینتس برسوں میں اتنی بدحالی دیکھنے میں نہیں آئی تھی جو دو ڈھائی برسوں میں ملک کا خاصہ بن چکی ہے۔ اس میں ایک نیا عنصر بھی عود کر آیا ہے اور وہ یہ کہ عام لوگوں کے دل میں اشرافیہ کے خلاف نفرت پنپ چکی ہے۔ یہ نفرت روز بروز نہیں‘ بلکہ ہر لمحہ بڑھتی جارہی ہے۔ ملک پر قابض سیاسی حکومتیں اس امر کو بخوبی جان گئی ہیں۔ وزیراعظم سے لے کر وزراء اور عام ورکر تک اس منفی عنصر کو پہچان چکا ہے۔ مگر وہ بیساکھیوں کے سہارے کھڑے ہیں۔ سیاسی معذور ہونے کے باوجود‘ تیز دوڑ میں ورلڈ چیمپئین بننا چاہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ہماری سیاسی حکومتیں‘ اب دنیا کے لئے مذاق کا درجہ رکھتی ہیں۔ مگر اس بدنمائی کو لیپا پوتی کرکے چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالات آگے مزید خراب ہونگے اور اس خرابہ میں حکومتی افراد‘ کھل کر پیسے کمائیں گے۔ بہرحال اس کھیل کا انجام کیا ہوگا۔ اس کا تصور کرتے ہوئے بھی دل دہلتا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔ وزیراعظم اور ان کے سیاسی رفقاء اقوام متحدہ کے جنرل سیشن کے لئے نیویارک تشریف لے گئے ہیں۔ جس ہوٹل میں وہ قیام پذیر ہیں‘ اس کا یومیہ کرایہ‘ پانچ سے سات ہزار ڈالر تک ہے۔ یہ پانچ ستارہ ہوٹل‘ امیر امریکی لوگوں کے لئے بھی تصور سے باہر ہے۔ یاد رہے کہ‘ ہوٹل کے سویٹ کی بابت عرض کر رہا ہوں۔ دنیا سے اس وقت بہت سے وزراء اعظم اور حکومتی ارکان‘ اقوام متحدہ کے اس بے معنی سے اجلاس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ کئی ممالک کے وزیراعظم‘ سرکاری پیسوں کو برباد کرنے کی بجائے‘ اپنے ہم وطنوں کے گھروں میں قیام پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ ملیشیاء کے مرد آہن‘ مہاتیر اس کی ایک زندہ مثال تھے۔ اور یہ وہ ممالک ہیں جو امیر ملکوں کی خیرات پر نہیں پل رہے۔ بلکہ ان کی معیشت مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی ملکی دولت کو بے وجہ ضائع نہیں کرتے۔ مگر‘ آپ ہمارے حکمرانوں کی سوچ دیکھیئے کہ یہ مین ہیٹن کے قیمتی ترین ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔ اور خبر کیا چلوا رہے ہیں کہ پاکستان کو آئی ایم ایف سے مزید قرضہ مل گیا ہے۔ اس سے زیادہ قومی توہین مزید کیا ہو سکتی ہے۔ ہاں‘ سنجیدگی سے یہ بھی بتایئے کہ ہمارے محترم وزیراعظم کی تقریر سننے کے لئے اقوام متحدہ میں کون تڑپ رہا ہے؟ حضور‘ بہت سے امیر ممالک کے سربراہان تو اس طرح کے تقریری مقابلہ میں شرکت کرنا وقت کا ضیاع گردانتے ہیں۔ مگر ہمارے ”ببر شیر“ حکومتی جہاز پر‘ اس طرح سوار ہو کر نیویارک پہنچے ہیں‘ جیسے انہوں نے امریکی حکومت کو خریدنا ہے۔ یہ وفد‘ ملک کے لئے کیا بو رہا ہے۔ اس کا جواب سب کو معلوم ہے۔

خیر اس سفارتی جبر سے نکل کر ملکی حالات پر غور فرمایئے۔ پورا نظام اور افراد شکستگی کا شکار ہیں۔ اتنا اندھیرا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اندازہ فرمایئے۔ وہ سپریم کورٹ‘ جس کے احترام کو برقرار رکھنے کے لئے مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی‘ ہر وقت لب کشاں رہتی تھیں۔ آج اسی سپریم کروٹ کے فیصلوں کی تضحیک کی جارہی ہے۔ آٹھ ججز کے فیصلے میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہے۔ مگر الیکشن کمیشن عدالتوں سے مسلسل وضاحتیں طلب کر رہا ہے۔ یہ اندازِ حکومت‘ کسی بھی جمہوری یا نیم جمہوری نظام کے لئے درست نہیں ہے۔ ذرا سوچیئے‘ کہ موجودہ حکومت‘ مستقبل کی حکومت کے ہاتھ میں کتنا مہلک ہتھیار دے رہی ہے۔ وہ یہ کہ سپریم کورٹ کے اجتماعی فیصلوں کو موشگافیوں کے ذریعے غیر مؤثر کیا جا سکتا ہے۔ مسلم لیگ کے ارسطو‘ ٹی وی کے پسندیدہ اینکروں کے سامنے‘ سپریم کورٹ اور مقننّہ کی قانون سازی کے مقدمہ کے ایسے ایسے بیانیے رکھ رہے ہیں۔ جیسے ہمارے منتخب افراد‘ واقعی میرٹ پر سوچ سمجھ کر قانون سازی فرما رہے ہیں۔ حال ہی میں‘ جو خوفناک آئینی ترمیم کے مسودہ کی بابت سرعام گفتگو جاری تھی‘ وہ المناک ہے۔ وزیر قانون سے لے کر صدر تک‘ کسی کے پاس بھی اس ترمیم کا مستند مسودہ نہیں تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن جیسے موقع شناس سیاسی گرو‘ بھی بھانپ چکے تھے کہ یہ آئینی ترامیم نہیں بلکہ سیاسی موت کا وہ پھندا ہے جو حکومتی ارکان‘ دکھانے تک کی جسارت نہیں کر رہے۔ پیپلز پارٹی کی قیادت تو خیر اپنا سیاسی سرمایہ داؤ پر لگا چکی ہے۔ ان کے عملی تضادات کو جس طرح جے یو آئی کے معزز وکلاء نے ثبوت کی بنیاد پر لوگوں کے سامنے رکھا ہے۔ اس کے بعد اس قیادت سے کوئی سنجیدہ بات کی توقع کرنا عبث ہو چکا ہے۔ مگر اس سارے معاملات کا مثبت پہلو یہ ہے کہ سب کے علم میں آچکا ہے کہ بادشاہ کی حالت کیا ہے۔

آپ کی توجہ‘ ایک اور نکتہ کی طرف مبذول کرواتا ہوں۔ ہماری موجودہ حکومت نے‘ تحریک انصاف کو ایک سیاسی جن بنا کر بوتل سے باہر نکال دیا ہے۔ آپ ”قاسم کے ابو“ کے مخالف ہیں یا ہمدرد‘ آج کی صورت حال میں سیاست کی بساط پر ایک طاقتور قوت تحریک انصاف ہے۔ اس کے سامنے کسی فریق کی سیاسی حقیقت کمزور ہے۔ حالیہ جنرل الیکشن نے اس سچ پر عوامی تائید کی مہر لگا دی ہے۔ یہ حقیقت ”اصل اختیار“ کے مالک بھی سمجھ چکے ہیں۔ اور اب برف پگھلنا شروع ہو چکی ہے۔ جلسوں کی اجازت‘ اس امر پر مہر ثبت کر رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں مقتدرہ سے بات چیت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اس کے نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ اور تحریک انصاف کے درمیان دوریاں اگر کم ہوتی ہیں تو شاید ملکی معاملات بہتر ہو جائیں۔ ویسے خان صاحب کی سابقہ طرز حکومت کو دیکھتے ہوئے مجھے اس بات کی کوئی امید نہیں کہ وہ دور رس فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جذباتی تقاریر اپنی جگہ‘ مگر خان صاحب‘ مردم شناسی میں کافی خام ہیں۔ عثمان بزدار سے لے کر‘ ان کے نااہل ترین پرنسپل سیکرٹری‘ اس کی تاریک مثالیں ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ عمران خان‘ اس وقت ملک کے مقبول لیڈر ہیں۔ مگر کیا وہ اس مقبولیت کو‘ استحکام اور قومی ترقی میں تبدیل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ کیا وہ اپنے Impulsive behaviour پر قابو پا سکتے ہیں۔ سیاست کے طالب علم کی حیثیت سے مجھے ان میں مثبت تبدیلیوں کی بالکل کوئی امید نہیں۔ بہرحال ان حالات میں وہ اپنے سیاسی مخالفین سے قدرے بہتر نظر آتے ہیں۔

یہاں یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مقتدرہ‘ عمران خان کو بھرپور سیاسی جگہ دینے پر آمادہ ہو جائے گی۔ مجھے‘ اس کی بہت کم امید ہے۔ اب خان صاحب کو اپنے اندر ایک سیاسی لچک پیدا کرنی ہوگی۔ سیاسی نعرے کہ میں حکومت میں آکر ”ذمہ داران“ کو پھانسی پر لٹکا دونگا۔ حد درجہ غیر دانشمندانہ قسم کی سوچ ہے۔ مسئلہ یہ بھی ہے کہ تحریک انصاف کے پاس فہمیدہ لوگوں کی حد درجہ کمی ہے۔ سابقہ صدر عارف علوی صاحب بہرحال اس نازک ترین کام کے لئے موزوں ہیں کہ خان صاحب اور اسٹیبلشمنٹ میں دوریاں کم کرسکیں۔ اس کے علاوہ اور کون ہے۔ اس کے متعلق وثوق سے کہنا مشکل ہے۔ اب ایک اور بات کی بابت اشارے میں بات کرتا ہوں۔ آج کل جو میڈیا پرسنز آپ کو ظاہری طور پر اسٹیبلشمنٹ کے لتے لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو آپ کو اندر کی خبریں‘ بڑے وثوق سے بتاتے ہیں‘ وہ یہ تمام کام مکمل رضامندی سے کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کے اندر ایک خاص نقطہ نظر سے غلط فہمی پیدا کی جائے۔ آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ ”ہیں کو اکب کچھ۔ نظر آتے ہیں کچھ“۔ قرائن ہیں کہ چند اہم نظر آنے والے لوگوں کی بلی چڑھنے والی ہے۔ انہیں بتا دیا گیا ہے کہ آپ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ لاچاری میں ہر در پر معافیاں مانگ رہے ہیں۔ مگر معاملہ اب کسی اور طرف جا رہا ہے۔ ذاتی مشورہ ہے کہ موجودہ اپوزیشن‘ حد درجہ بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپسی کا ایسا رستہ مہیا کرے‘ جس میں کسی کی عزت پر حرف نہ آئے۔ اور یہ سب کچھ قدرتی محسوس ہو۔ Graceful exit دینا ہی وقت کا تقاضہ ہے۔ ورنہ کچھ ایسا بھی کروایا جا سکتا ہے جس کا تصور کرنا فی الحال مشکل ہے۔ خان صاحب‘ کو ایک مدبرانہ کردار ادا کرتے ہوئے‘ براہ راست مذاکرات کرنے چاہیں۔ یہ صائب ہو گا کیونکہ پورا ملک شدید تکلیف کا شکار ہو چکا ہے۔ ہمارا موجودہ Hybrid نظام‘ اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ نہ ہو سکا تو چند سیاست دان‘ مزید دربدر ہونگے۔ اور ملک میں قیامت خیز عدم توازن بیکری کے راستے سے ہوتا ہوا‘ تشدد کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ اس وقت کوئی نہ بچے گا اور نہ ہی کوئی مزید سازش۔ اس عدم توازن کو فہم و فراست سے کم کیجئے۔ شاید بہتری کی کوئی صورت نکل آئے!